سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم

طالب الہاشمی

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
(شاعرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ
(شاعرِ رسول اللہ ﷺ)

(۱)

دورِ جاہلیت کے عرب اُمّی ہونے کے باوجود اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر اس زمانے کی بہت سی قوموں پر فوقیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ ناخواندہ، ناشائستہ اور غیر مہذب تھے لیکن زبان کی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اپنی خطابت و شاعری پر اُن کو اس قدر ناز تھا کہ دنیا کی دوسری قوموں کو عجم (گونگا) قرار دیتے تھے۔ ہر قبیلہ کا شاعر اپنی قوم کے فضائل و محامد کا علم بردار ہوتا تھا۔ یہ لوگ اپنے زورِ بیان سے جس کو چاہتے سربلند کر دیتے تھے اور جس کو چاہتے بدنام و رسوا کر ڈالتے، ذاتی پسند یا ناپسند کے علاوہ وہ اپنی شاعری کو قومی اور سیاسی ضروریات کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ قبائل کی عزت و ناموس اور حکمرانوں کی آبرو ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی، اس لیے بڑے بڑے سردار اُن کے آگے آنکھیں بچھاتے تھے اور بڑے بڑے سورما ان سے خوف کھاتے تھے۔ جب وہ کسی کی مدح یا ہجو میں شعر کہتے تو وہ برقی رَو کی طرح سارے عرب میں پھیل جاتے اور زبان زدِ عوام و خواص ہو جاتے۔ عربوں کے یہی لیل و نہار تھے کہ عرب کی ''وادیِ غیر ذی زرع'' میں محمد عربی ﷺ کا ظہور ہوا —— آپؐ کی دعوتِ توحید کا مشرکینِ مکہ نے جو جواب دیا اسی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ اپنا گھر بار اور وطن عزیز چھوڑ کر مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے لیکن مشرکینِ نافرجام کا دل اس سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا اور ان کے شعراء نے

سرورِ عالم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی ہجو میں اشعار کہہ کہہ کر عرب میں پھیلانے شروع کر دیئے۔ یہ اشعار چند دن کے اندر اندر ہزاروں میل دور تک پہنچ جاتے تھے اور مدینہ منوّرہ تو مکہ سے صرف تین سو میل دور تھا۔ جب مسلمانوں تک آئے دن ایسے اشعار پہنچنے لگے تو ان کو سخت تکلیف ہوئی اور انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے درخواست کی کہ آپ شعرائے مکہ کی ہجوؤں کا جواب دیں۔ انھوں نے فرمایا، میں اس کام کے لیے تیار ہوں بشرطے کہ رسول اللہ ﷺ اجازت دیں۔ ان کا جواب سن کر صحابۂ کرامؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

''یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، شعراءِ مشرکین آپؐ کی اور آپؐ کے جاں نثاروں کی ہجویں کہہ کہہ کر عرب میں ان کی اشاعت کر رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرمائیں تو علیؓ ان کی خرافات کا جواب دیں۔''

حضوؐر نے فرمایا: ''علی اس کام کے لیے موزوں نہیں ہیں۔''

پھر آپؐ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''جن لوگوں نے میری تلوار سے مدد کی ہے کیا وہ اپنی زبان سے میری مدافعت نہیں کر سکتے؟''

حضوؐر کا ارشاد سن کر پختہ عمر کے ایک انصاری صاحبِ رسولؐ اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی زبان نکال کر حضوؐر کو دکھائی اور پھر بڑے جوش سے عرض کی:

''یا رسول اللہ اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔ خدا کی قسم مجھے بہ صرائے شام اور صنعائے یمن کے درمیان اس کلام سے زیادہ کوئی کلام پسند نہ ہوگا جو دشمنانِ رسالت کے جواب میں ہو۔''

سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم ان لوگوں کی ہجو کیسے کرو گے جن کے خاندان سے میں خود ہوں۔''

انھوں نے عرض کی:

''اے اللہ کے سچے رسول میں آپؐ کو ان میں سے اس طرح نکالوں گا جس طرح آٹے کے خمیر میں (یا گندھے ہوئے آٹے میں) سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔''

حضوؐر نے ان صاحب کی پیش کش کو بہ نظرِ تحسین دیکھا اور ان کو مشرکین کی ہجو گوئی کا جواب دینے کی خدمت تفویض فرمادی —— پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ ان صاحبؓ نے اپنے

زورِ کلام سے ایک طرف تو شعراءِ مشرکین کا ناطقہ بند کر دیا اور دوسری طرف رحمتِ عالم ﷺ کی مدح وتوصیف بیان کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں۔ یہ خوش بخت صاحبِ رسولؐ جن کو دربارِ نبیؐ کا سب سے بڑا شاعر اور مداح ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا، حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ تھے۔

(۲)

سیدنا حضرت حسان بن ثابتؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی معزز ترین شاخ بنونجار سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

حسانؓ بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

ان کی مشہور کنیت ابوالولید ہے۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ابوالحسام اور ابوعبدالرحمٰن کنیتیں بھی آئی ہیں۔ شاعرِ رسول اللہ (ﷺ) لقب تھا۔

والدہ کا نام فریعہ بنتِ خالد تھا۔ وہ خزرج کے خاندان بنوساعدہ سے تھیں اور رئیسِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کی بنت عم ہوتی تھیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

فریعہؓ بنتِ خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ۔

ان کو بھی قبولِ اسلام اور صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت حسانؓ نے جس خاندان میں ہوش کی آنکھیں کھولیں وہ شعروشاعری سے لگاؤ اور طویل العمری کی بنا پر خاص شہرت کا حامل تھا۔ حضرت حسانؓ کے پردادا حرام بن عمرو نے ایک سوبیس سال کی عمر پائی۔ ان کے دادا منذر کی عمر بھی ایک سوبیس برس کی ہوئی۔ باپ ثابت بھی ایک سوبیس برس زندہ رہے۔ خود حضرت حسانؓ نے بھی اتنی ہی عمر پائی۔ مبرد نحوی کا بیان ہے کہ شاعری حضرت حسانؓ کے خاندان میں کئی پشتوں تک رہی۔ ان کے پردادا، دادا اور باپ بھی شاعر تھے اور بیٹے اور پوتے بھی۔ رہی ان کی اپنی شاعری، تو اس میں انھوں نے وہ کمال حاصل کیا

کہ اپنے دور کے بہترین شاعر تسلیم کیے گئے۔ مشہور ناقدِ سخن ابوعبیدہؒ کا قول ہے کہ حضرت حسانؓ کی تین خصوصیات ان کو دوسرے شاعروں سے ممتاز کرتی ہیں:

۱- وہ دورِ جاہلیت میں خزرج (یا اہل مدینہ) کے شاعر تھے۔

۲- عہدِ رسالت میں رسول اللہ ﷺ کے شاعر تھے۔

۳- زمانۂ اشاعتِ اسلام میں تمام یمن کے بہترین شاعر تھے۔

ابوعبیدہؒ ہی کا قول ہے کہ بالاتفاق صحرا کے تمام باشندوں میں اہل مدینہ کے پھر قبیلہ عبدالقیس کے اور پھر بنوثقیف کے اشعار اچھے ہیں اور اہل مدینہ میں سب سے بڑے شاعر حسانؓ ہیں۔

حضرت حسانؓ کے آباء واجداد اپنے قبیلے کے رئیس تھے۔ قلعۂ فارع جو مسجد نبوی سے مغرب کی جانب باب الرحمۃ کے سامنے واقع تھا، اُن کا مسکن تھا۔

حضرت حسانؓ ہجرتِ نبوی سے ساٹھ پینسٹھ برس پہلے پیدا ہوئے، اور ہجرتِ نبوی کے موقع پر ساٹھ یا پینسٹھ سال کی عمر میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا جتنا عرصہ جاہلیت میں گزارا، قریب قریب اتنا ہی عرصہ حالتِ اسلام میں جیے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے سے پہلے وہ تمام عرب میں اپنی شاعری کا سکہ بٹھا چکے تھے اور عرب کا بچہ بچہ انھیں ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے جانتا تھا۔

قبولِ اسلام سے پہلے حضرت حسانؓ کے لیل و نہار کیا تھے؟ مختلف مؤرّخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ اوس اور خزرج کی باہمی جنگوں میں وہ اپنے قبیلے کی تعریف میں پرجوش اشعار کہتے تھے اور اس کو انتقامی کارروائیوں پر ابھارتے تھے۔ لڑائیوں سے فرصت ملتی تو ملوکِ حیرہ وغسّان کے درباروں میں چلے جاتے اور ان کی شان میں پرزور قصیدے کہہ کر انعام واکرام وصول کرتے۔ ملوکِ غسّان (آلِ جفنہ) کی مدح میں ان کا یہ رنگ تھا:

يُغشونَ حَتّٰىَ ما تهِرّ كلابهُم لا يسئلون عن السواد المقبل

بيض الوجوه كريمة احسابهم شم الاتون من الطراز الاوّل

''وہ (ان کے ممدوح) اس قدر فیاض ہیں کہ ان کے یہاں ہمیشہ مہمان آتے

رہتے ہیں۔ ان کے کتے اجنبیوں پر بھونکتے نہیں (مطلب یہ کہ ان کے پاس اس کثرت سے مہمان آتے ہیں کہ ان کے کتے ان سے مانوس ہو گئے ہیں اور ان پر بھونکتے نہیں) اور نہ وہ خود کسی سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہے کہاں سے اور کس مقصد کے لیے آیا ہے۔''

یہ گورے چہروں اور اعلیٰ حسب والے پچھلے لوگوں میں سے اونچی ناکوں والے ہیں ـــــ''

اہلِ عرب بادشاہوں کی مداحی کو نہایت ذلیل پیشہ سمجھتے تھے لیکن حضرت حسانؓ ملوکِ غسان یا آلِ جفنہ کی مدح صرف اس لیے نہیں کرتے تھے کہ وہ دل کھول کر انعام دیا کرتے تھے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ ان کے یک جدی تھے۔ ان کی ثنا خوانی کو وہ اپنی قوم کی مدح سمجھتے تھے اور اپنی قوم کی مدح کرنا اور اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا ہر عرب شاعر اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسانؓ کا قبیلہ خزرج ''ازد'' کی ایک شاخ تھا اور علماء انساب کے نزدیک ''ازد'' بنو قحطان ہیں اور ان کا اصلی وطن یمن ہے۔ حضرت حسانؓ کا سلسلۂ نسب ایک جانب سے غساسنہ یا آلِ جفنہ تک پہنچتا ہے جو شام کی غسانی ریاست کے حکمراں تھے اور دوسری طرف لخمیین سے جو عراق عرب میں واقع حیرہ کے بادشاہ تھے کیوں کہ ان سب کا مورثِ اعلیٰ عمرو مزیقیاء بن عامر بن ماء السماء تھا۔ عمرو مزیقیا کا ایک بیٹا جفنہ نامی شام کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کی نسل سے کم و بیش انیس بادشاہ ہوئے۔ اسی کے نام کی نسبت سے غساسنہ کو آلِ جفنہ بھی کہا جاتا ہے۔
حضرت حسّانؓ آلِ جفنہ کی مدح بڑے اچھوتے انداز میں کرتے ہیں:

اولاد جفنة حول قبر ابیهم
قبر ابن مارية الكريم المفضل

''جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابنِ ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا۔''

مطلب یہ کہ آلِ جفنہ عرب کے عام قبائل کی طرح خانہ بہ دوش نہیں ہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور دل جمعی کے ساتھ اپنے باپ کی قبر کے اردگرد رہتے ہیں۔ ان کی جائے سکونت بہت سرسبز اور شاداب ہے اس لیے ان کو صحراؤں کی خاک چھاننے کی ضرورت نہیں۔

خود حضرت حسانؓ کو اپنی شرافتِ نسبی پر بڑا ناز تھا۔ ایک دفعہ کسی شاعر نے ان کے سامنے اپنے آباء و اجداد کی تعریف میں کچھ اشعار پڑھے جن میں اپنے حسب و نسب کو دوسروں کے حسب و نسب پر فوقیت دی گئی تھی:

حضرت حسانؓ نے اس کے جواب میں کہا:

الم ترنا اولاد عمرو بن عامر لنا شرف یعلو علیٰ کل مرتق
رسا فی قرار الارض ثم سمت له فروعٌ تسامیٰ کل نجم محلق
ملوکٌ و ابناء الملوک کاننا سواری نجومٍ طالعاتٍ بمشرق
اذا غاب منها کوکب لاح بعده شهابٌ متیٰ ما یبدو لارض تشرق

''کیا تو نہیں جانتا کہ ہم عمرو بن عامر کی اولاد میں سے ہیں۔ ہم کو ایک ایسا نسبی فخر حاصل ہے جو ہر بلند مرتبہ شخص پر فوقیت رکھتا ہے۔
ہماری خاندانی جڑیں زمین کی تہہ تک پہنچ گئی ہیں پھر اس سے ایسی شاخیں بلند ہوئیں جو ہر بلند ستارہ کا مقابلہ کرتی ہیں۔
ہم میں بادشاہ اور شاہ زادے پیدا ہوتے رہے ہیں گویا ہم چمکتے ہوئے ستارے ہیں جو مشرق سے طلوع ہوتے رہے ہیں جب ان کا کوئی ایک ستارہ غائب ہوا تو دوسرا نمودار ہو گیا جو زمین کو برابر روشن کرتا رہا۔''

زمانۂ حال کے بعض فاضل محققین نے خزرج واوس (انصار) کو نابت بن اسمٰعیل کی اولاد ثابت کیا ہے (قحطانی نہیں بلکہ عدنانی) لیکن حضرت حسان کے دَور میں انھیں قحطانی ہی سمجھا جاتا تھا۔

(۳)

عہدِ جاہلیت میں حضرت حسانؓ بھی دوسرے شعراء کی طرح شراب کے رسیا تھے۔ ایک مرتبہ شام گئے وہاں بنی بکر بن وائل کا مشہور شاعر اعشیٰ مل گیا۔ دونوں ایک کلوار (مے فروش) کی دکان پر گئے اور خوب شراب پی۔ اس کے بعد حسانؓ وہیں پڑ کے سو گئے۔ آنکھ کھلی تو سنا، اعشیٰ کلوار سے کہہ رہا تھا ''اس کو قرض لینے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن اس کے پاس دام نہیں۔'' یہ سنتے ہی انھوں نے آنکھیں بند کرلیں اور بہ ظاہر سو گئے، یہاں تک کہ اعشیٰ کی آنکھ لگ گئی جب دیکھا کہ وہ غافل سو گیا ہے تو چپکے سے اٹھے اور کلوار کی دکان پر جتنی شراب تھی سب خرید لی اور اس کو زمین پر لنڈھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ بہتے بہتے اعشیٰ کے نیچے پہنچی۔ اس کے کپڑے بھیگے تو چونک کر اٹھ بیٹھا۔ حسانؓ کو شراب کا دریا بہاتے دیکھ کر سمجھ گیا کہ انھوں نے میری بات سن لی۔ بہت کچھ

خوشامد اور عذر خواہی کی۔ اب حضرت حسانؓ کو جوش آ گیا اور انھوں نے بہت سے پُر جوش اشعار اپنی اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کی تعریف میں فی البدیہہ کہہ کر اعشیٰ کو سنائے۔ وہ ساکت وصامت ہو کر رہ گیا۔ (قبولِ اسلام کے بعد حضرت حسانؓ نے کبھی شراب کو چھوا تک نہیں)

ایک دفعہ بازارِ عکاظ میں نابغہ ذبیانی سے ملے جو اس زمانے کا سر آمدِ روزگار شاعر تھا۔ اس وقت وہ حضرت خنساءؓ کے اشعار سن رہا تھا۔ خنساءؓ اپنے دَور کی عدیم النظیر شاعرہ تھیں اور مرثیہ گوئی میں جواب نہ رکھتی تھیں، وہ چلی گئیں تو حضرت حسانؓ نے نابغہ کو اپنے اشعار سنانا شروع کیے۔ ان کو سن کر نابغہ کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آ گئے:

اِنَّکَ لَشَاعِرٌ (بلاشبہ تم شاعر ہو)

ایک اور روایت کے مطابق اس نے یہ الفاظ کہے ''تم شاعر ہو اور بنی سلیم کی بہن جو ابھی گئی ہے (خنساءؓ) وہ مرثیہ گو ہے۔''

ایک دن سرِ راہ بیٹھے چند دوستوں کو اپنے اشعار سنا رہے تھے کہ دورِ جاہلیت کا نامور شاعر حطیہ ادھر سے گزرا۔ وہ بھی کھڑا ہو کے ان کا کلام سننے لگا۔ حسانؓ اس کو پہچانتے نہ تھے۔ خیال کیا، کوئی دیہاتی گنوار ہے۔ کہنے لگے ''بدوی تو کیا سن رہا ہے؟''

اس نے کہا ''اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں نظر آتا۔''

یہ جواب اس نے ایسی بے پروائی کی شان سے دیا کہ وہ اور برافروختہ ہو گئے اور خشم ناک لہجے میں پوچھا، ''تیری کنیت کیا ہے؟''

اس نے کہا، ابوملیکہ''

حسانؓ بولے۔ ''میری نظر میں اس سے زیادہ تیری ذِلّت کیا ہو سکتی ہے کہ زنانہ نام پر تو نے اپنی کنیت رکھی ہے۔''

پھر پوچھا! ''تیرا نام کیا ہے؟''

اس نے کہا، ''حطیہ''

نام سنا تو پہچانا اور چونکے مگر تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا:

''تو آپ تشریف لے جائیں، خدا حافظ۔''

وہ خاموشی سے چلا گیا۔

یہی حطیہ حضرت حسانؓ کے کمالِ شاعری کا اس قدر معترف تھا کہ انھیں ''اشعر العرب'' (عرب کا سب سے بڑا شاعر) کہا کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ حضرت حسان بن ثابتؓ زمانۂ جاہلیت ہی میں عرب کے عظیم ترین شاعروں میں شمار ہونے لگے تھے لیکن ان کا سرمایۂ افتخار جاہلی دَور کی شاعری نہیں بلکہ ان کا وہ کلام ہے جو ان کے قبولِ اسلام کے بعد معرضِ وجود میں آیا اور اہلِ حق کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔

(۴)

حضرت حسان بن ثابتؓ شعر و ادب کی اصطلاح میں مخضرمی شاعر ہیں یعنی وہ شاعر جس نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہو اور اسلام کا بھی۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے وقت ان کا عالم ضعیفی تھا لیکن ان کی شاعری ایک اور انداز میں جوان ہوگئی —— اب وہ دورِ جاہلیت کے تکلّف اور تصنّع سے بالکل پاک تھی۔ عہدِ رسالت میں حضرت حسانؓ کی زندگی کا سب سے جلی عنوان جہاد باللسان ہے۔ ایک طرف انھوں نے دشمنانِ حق شعرائے مشرکین کی خرافات کا ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور دوسری طرف سرورِ عالم ﷺ کی مدح اس جوشِ اخلاص و عقیدت سے کی کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ جھوم اٹھا اور تمام سعید الفطرت روحوں نے ان پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت حسانؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حسانؓ نے غزواتِ نبویؐ میں شریک ہوکر جہاد بالسیف بھی کیا، لیکن جمہور اربابِ سِیَر کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسانؓ طبعی لحاظ سے (دل کے) کم زور تھے۔ اس لیے کسی غزوہ میں شریک ہوکر تلوار سے جہاد نہ کر سکے۔ اگر فی الواقع وہ غزوات میں اپنی تلوار کے جوہر نہ دکھا سکے تو ہماری رائے میں اس کی وجہ ان کی ''بزدلی'' نہ تھی بلکہ ''معذوری'' تھی۔ قبولِ اسلام کے وقت ان کی عمر ساٹھ برس سے اوپر تھی اور نظر بھی دھندلا رہی تھی جو بالآخر بالکل معدوم ہوگئی۔ اس لیے ہمیں حسنِ ظن سے کام لینا

چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ضعفِ پیری اور کم زوریِ نظر کی بنا پر لڑائی میں عملاً حصہ لینے سے معذور تھے۔ اس کی تلافی انھوں نے حق کی حمایت، اہلِ حق کی مدافعت اور مدحِ رسولؐ میں اپنی زبان آوری سے کردی۔ بالفاظِ دیگر حضرت حسانؓ غزواتِ نبوی میں شریک تو ضرور ہوئے لیکن ان میں انھوں نے فولاد کی تلوار سے کام لینے کی بہ جائے زبان کی تلوار سے کام لیا۔

ابنِ اثیرؒ نے غزوۂ احزاب (۵ ہجری) کے سلسلے میں حضرت حسانؓ سے متعلق ایک دل چسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ اس غزوہ میں سارے عرب کے مشرکین اور یہود نے متحد ہوکر مدینہ منوّرہ پر دھاوا بول دیا تھا اور خاص مدینہ منوّرہ کے اندر یہودِ بنی قریظہ نے غدّاری پر کمر باندھی تھی۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑا امتحان تھا لیکن اللہ کے ان پاک باز بندوں کے پائے استقامت میں لمحہ بھر کے لیے بھی لغزش نہ آئی اور وہ سر بکف ہوکر کفر وشرک کے مہیب طوفان سے ٹکرا گئے۔ اس موقع پر حضورؐ نے مسلمان خواتین اور بچوں کو بنی قریظہ کے مارِ آستین یہودیوں کے شر سے بچانے کے لیے قلعہ فارع میں منتقل کردیا جو حضرت حسانؓ کے خاندان کا مسکن تھا۔ آپؐ نے بہ نظرِ احتیاط حضرت حسانؓ کو خواتین اور بچوں کی نگرانی کے لیے قلعہ میں چھوڑ دیا کیوں کہ یہودِ بنی قریظہ اور قلعہ فارع کے درمیان مسلمانوں کا کوئی دستہ موجود نہ تھا۔ انھی پرآشوب ایام میں ایک دن ایک یہودی قلعے کی طرف آ نکلا اور قلعے میں موجود لوگوں کی سن گن لینے لگا۔ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلبؓ بھی موجود تھیں، انھوں نے یہودی کو تجسس میں مصروف پایا تو حضرت حسانؓ سے کہا کہ باہر نکل کر اس یہودی کو قتل کردیں۔ حضرت حسانؓ نے کہا، عبدالمطلب کی بیٹی خدا آپ کو معاف فرمائے آپ جانتی ہیں کہ میں اس یہودی سے لڑنے کے قابل نہیں۔

حضرت صفیہؓ بہت دلیر خاتون تھیں۔ وہ حضرت حسانؓ کا جواب سن کر خود اٹھیں، خیمے کی ایک چوب اکھاڑی اور باہر نکل کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ واپس آکر حضرت حسانؓ سے کہا کہ اب جاکر یہودی کا سر کاٹ ڈالیں اور اس کا سامان اتار لائیں۔

حضرت حسانؓ بولے: ''اے عبدالمطلب کی بیٹی مجھے سامان سے کیا واسطہ؟'' (یا یہ کہ مجھے اس کی خواہش نہیں)

غزوۂ بنو مصطلق (۵ ہجری) سے واپسی پر اِفک کا افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ اس میں

منافقین نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول ان سب میں پیش پیش تھا۔ اس موقع پر حضرت حسانؓ سے یہ لغزش سرزد ہوگئی کہ وہ ایک دو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ منافقین کے فریب میں آ گئے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اللہ تعالیٰ نے امّ المؤمنینؓ کی پاک دامنی کی تصدیق کر دی تو حضورؐ نے فریب خوردہ مسلمانوں پر قرآن کی مقرر کردہ حد جاری کی۔ ان میں حضرت حسانؓ بھی شامل تھے۔ منافقین نے اُمّ المؤمنینؓ کے ساتھ ایک نہایت مخلص اور پاک باز صحابی حضرت صفوان بن معطل سلمیؓ کو متہم کیا تھا۔ ان کو اس تہمت طرازی سے اس قدر رنج ہوا کہ جوشِ حمیت میں حضرت حسانؓ پر تلوار چلا دی۔

ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسانؓ نے بارگاہِ رسالت میں حضرت صفوان بن معطلؓ کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اس کے قصاص (یا معاوضہ) میں حضرت حسانؓ کو کھجوروں کا ایک باغ دلوا دیا اور انھوں نے اس باغ میں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت حسانؓ کے ایک قریبی رشتہ دار حضرت ابوطلحہ انصاریؓ (یکے از رؤساء بنو نجار) نے اپنی نہایت قیمتی جائداد بیرحا کو صدقہ کر کے (حضورؐ کے فرمان کے مطابق) اپنے اعزہ میں تقسیم کیا تو یہ باغ حضرت حسانؓ کے حصے میں آیا۔

اگرچہ حضرت حسانؓ سے واقعۂ افک میں لغزش ہوگئی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قدرتاً اس سے سخت رنج ہوا تھا لیکن وہ نہایت اعلیٰ ظرف کی مالک تھیں، انھوں نے حضرت حسانؓ کو (ان پر حد جاری ہونے کے بعد) معاف کر دیا۔ اگر کوئی ان کے سامنے حضرت حسانؓ کی برائی کرتا تو وہ اس کو منع کرتیں اور فرماتیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مشرکین کو جواب دیا کرتے تھے اور آپؐ کا دفاع کرتے تھے۔

(۵)

سرورِ عالم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو جو خدمت تفویض فرمائی (یا جس خدمت کا انھوں نے بیڑا اٹھایا) انھوں نے اس کو اس حسن و خوبی اور جوش و جذبہ کے ساتھ انجام دیا کہ حضورؐ کے لطف و کرم کا موردِ بن گئے۔ ان کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کے حکم سے ان کے لیے مسجدِ نبوی میں منبر بچھایا جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر وہ کفار کی ہجوؤں کا جواب دیتے تھے یا اپنے آقا و مولاؐ کی مدح میں زمزمہ پیرا ہوتے تھے۔

سرورِ عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے، حسان کے ہجویہ اشعار کفار کے لیے اندھیرے میں ملنے والے تیروں سے بھی زیادہ کارگر ہیں۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت حسانؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''اے حسان میری طرف سے جواب دے'' ساتھ ہی دعا کی ـــــ ''الٰہی روح القدس کے ذریعہ اس کی مدد کر۔''

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

''اے حسان مشرکین کی ہجو کر جبریلؑ تیرے ساتھ ہے۔''

فی الحقیقت متعدد مواقع پر حضورؐ نے حضرت حسانؓ کے اشعار کی تحسین فرمائی انھیں دعائیں بھی دیں اور شعراءِ مشرکین کی خرافات کا جواب دینے کی تلقین بھی فرمائی۔ قریب قریب تمام غزوات میں اور ہر اہم موقعہ پر حضرت حسانؓ نے اہلِ حق کی حمایت میں اور مشرکین کے خلاف نہایت پرجوش اشعار کہے جنھوں نے حضورؐ کو مسرور کیا اور اعدائے حق کے سینوں میں چھید ڈال دیئے۔ خودفخریہ فرماتے ہیں:

لسانی صارم لا عیب فیه

و بحری لا تکدره الدلاء

''میری زبان قاطع تلوار کی طرح تیز ہے جس میں کوئی عیب نہیں اور میرے کلام کا سمندر ایسا صاف وشفاف ہے جو ڈول ڈالنے سے گدلا نہیں ہوتا۔'' (مطلب یہ کہ کسی ناقد کی تنقید اس میں عیب نہیں پیدا کرسکتی)

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی مشرک کی ہجو کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے یہ شعر کہے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَالِکَ الْجَزَاءُ

وَ جِبْرِیْلٌ اَمِیْنُ اللّٰهِ فِیْنَا ۔۔۔ وَ رُوْحُ الْقُدُسِ لَیْسَ لَهٗ کِفَاءُ

''تو نے محمد (ﷺ) کی ہجو کی تو میں نے آپؐ کی طرف سے اس کا جواب دیا اور اس بات کی جزا اللہ کے ہاں ہے اور ہم میں اللہ کا امین جبریل ہے اور روح القدس ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں۔''

حضورؐ نے سنا تو فرمایا:

جزاک اللّٰہ علی اللّٰہ الجَنَّۃ
(ہاں ہاں اللہ کے ہاں تیری جزا جنت ہے)

دراصل یہ شعر اس قصیدہ کے ہیں جو حضرت حسانؓ نے فتح مکہ کے موقع پر کہا۔ شاید کسی اور موقع پر بھی انھوں نے یہ شعر پڑھے ہوں۔

بدر الکبریٰ، اُحد اور احزاب کے غزوات میں انھوں نے نہایت ولولہ انگیز اشعار کہے۔ اسی طرح مشہور دشمنِ اسلام یہودی شاعر کعب بن اشرف کے قتل پر بڑے پرجوش انداز میں اظہارِ مسرت کیا۔

۹ ہجری میں بنوتمیم کا وفد مدینہ منوّرہ آیا اور مسلمانوں سے مفاخرہ کیا۔ ان کے شاعر زبرقان بن بدرؓ نے (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) اپنی قوم کی تعریف میں بہت سے فصیح و بلیغ اشعار پڑھے۔

سرورِ عالم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو حکم دیا کہ اٹھو اور زبرقان کو جواب دو۔ انھوں نے اٹھ کر اسی ردیف و قافیہ میں فی البدیہہ ایسے شان دار اشعار کہے کہ رئیس بنوتمیم اقرع بن حابسؓ بے اختیار پکار اٹھے:

''محمدؐ ــــ باپ کی قسم تمھارا شاعر ہمارے شاعر سے اچھا ہے۔''

سرورِ عالم ﷺ حضرت حسانؓ پر کس قدر شفیق تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ (ذی قعدہ ۶ ہجری) کے بعد حضورؐ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مقوقس والیِ مصر کے پاس مبلّغِ اسلام بنا کر بھیجا۔ مقوقس نے اسلام تو قبول نہ کیا البتہ حضرت حاطبؓ کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ جب وہ مصر سے چلنے لگے تو مقوقس نے سرورِ عالم ﷺ کے لیے بہت سے تحائف و ہدایا ان کے ساتھ کر دیئے۔ ان میں دو قبطی بہنیں ماریہؓ اور سیرینؓ بھی تھیں۔ یہ دونوں حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ مدینہ منوّرہ پہنچ کر حضرت حاطبؓ نے انھیں حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرما لیا اور حضرت سیرینؓ کو حضرت حسانؓ کی ملکِ یمین میں دے دیا۔ اس طرح حضرت حسانؓ حضورؐ کے ہم زلف بن گئے۔ حضرت سیرینؓ کے بطن سے حضرت حسان کے صاحب زادے عبدالرحمٰنؓ پیدا ہوئے۔ انھوں نے بھی ایک نغز گو شاعر کی حیثیت سے شہرت پائی۔ عبدالرحمٰنؓ حضورؐ کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؓ کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت حسانؓ سرورِ عالم ﷺ کے بعد بھی طویل عرصہ تک حیات رہے۔ اس دوران میں وہ کبھی کبھی مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو اپنے اشعار سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں اسی طرح اپنے اشعار پڑھ رہے تھے امیر المؤمنینؓ نے دیکھا تو منع فرمایا کہ مسجد میں اشعار نہ پڑھیے۔ حضرت حسانؓ جلال میں آ گئے اور فرمایا: ''میں آپ سے بہتر ہستی کے سامنے مسجدِ نبوی کے اندر اشعار پڑھا کرتا تھا، اس لیے مجھے ایسا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔'' حضرت عمر فاروقؓ ان کا جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔

عہدِ جاہلیت میں آخری غسانی فرماں روا جبلہ بن ایہم، حضرت حسان بن ثابتؓ کا خاص ممدوح اور مربّی تھا۔ حضرت حسانؓ اس کی تعریف میں پرزور قصائد کہا کرتے تھے اور وہ ان پرسیم وزر کی بارش کرتا رہتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جبلہ بڑی شان وشوکت سے مدینہ منوّرہ آیا اور امیر المؤمنینؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا لیکن نخوتِ شاہی اس کے دماغ سے نہ گئی۔ طوافِ کعبہ کے دوران میں اس کے جبے (یا ازار) پر ایک بدوی کا پاؤں آ گیا۔ جبلہ نے غضب ناک ہو کر اس کے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک کا بانسہ پھوٹ گیا۔ بدوی نے بارگاہِ خلافت میں شکایت کی۔ امیر المؤمنینؓ نے جبلہ کو حکم دیا کہ یا تو بدوی کو راضی کر و ورنہ شریعت کے مطابق وہ تمھارے منہ پر ویسا ہی تھپڑ مار کر اپنا قصاص لے گا۔

جبلہ نے ایک رات کی مہلت مانگی جو امیر المؤمنینؓ نے دے دی۔ جبلہ اسی رات مدینہ منوّرہ سے بھاگ گیا اور مرتد ہو کر ہرقل شاہِ روم کے پاس قسطنطنیہ چلا گیا جہاں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروقؓ نے جثامہ بن مساحق کنانی کو دعوتِ اسلام کا خط دے کر ہرقل کے پاس قسطنطنیہ بھیجا۔ ہرقل نے اسلام کی دعوت تو قبول نہ کی البتہ قاصد کی بڑی آؤ بھگت کی۔ جثامہ واپس آنے لگے تو ہرقل نے ان سے کہا کہ اپنے ایک عرب بھائی جبلہ بن ایہم سے ملتے جاؤ۔ جثامہ جبلہ سے ملنے گئے تو اس کے وہی ٹھاٹھ باٹھ دیکھے جو کسی بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ طلائی برتن، زرّیں کرسیاں، مطلاّ قالین، غلاموں اور لونڈیوں کی پوری فوج۔ جبلہ نے جثامہ کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور پھر چند نازک اندام لونڈیوں کو حکم دیا کہ کوئی نغمہ چھیڑ کر مجھے خوش کر دو۔ انھوں نے سازوں پر نہایت خوش الحانی سے بنو غسان کی مدح میں کہا گیا، ایک قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ تھا:

لِلّٰہ دَرٌّ عصابۃ نادمتھم　　　یومًا نجِلقَ فی الزّمان الاوّلِ

''کیا خوب تھے وہ لوگ جن سے ان کے زمانہ میں ایک دن میں قصرِ حلق میں ان کا ہم نشین ہوا تھا۔''

ان اشعار میں جبلہ اور اس کے خاندان کی عظمت اور دریا دلی کی مدح کی گئی تھی۔ یہ اشعار سن کر جبلہ بے اختیار ہنسنے لگا اور جثامہ سے پوچھنے لگا، ''جانتے ہو یہ کس کے اشعار ہیں؟'' انھوں نے کہا، ''نہیں'' جبلہ نے کہا یہ حسان بن ثابتؓ کا کلام ہے۔ اس کے بعد اس نے کچھ اور نازنینوں کو حکم دیا کہ اب ذرا مجھے رُلا دو۔ انھوں نے اپنے ساز درست کیے اور چند اشعار گائے جن کا مطلع یہ تھا:

لمن الدار اقضرت بمعان　　　بین علی التبوک فالجمان

''مقامِ معان میں تبوک کے اس طرف اور وادیِ جمان میں یہ کس کا مکان ہے جو اجڑ گیا ہے۔''

یہ اشعار نہ تھے بلکہ فی الحقیقت شاہان بنی غسان کے قصر شاہی کے اجڑنے کا مرثیہ تھا۔ ان کو سن کر جبلہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اس نے جثامہ سے پوچھا، جانتے ہو یہ کس کے اشعار ہیں۔ انھوں نے کہا، نہیں۔ بولا، یہ بھی حسان بن ثابتؓ ہی کے شعر ہیں۔ پھر اس نے حضرت حسانؓ کے چند شعر خود پڑھے جن میں ایک شعر یہ تھا:

فیا لیت امی لم تلدنی و لیتنی　　　رجعت الی الامر الّذِی قال لی عمر

''کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش میں وہی بات مان لیتا جو عمرؓ نے مجھ سے کہی تھی۔''

ان اشعار سے معلوم ہوتا تھا کہ جبلہ اپنے مرتد ہونے پر پشیمان ہے، اثنائے گفتگو میں اس نے رسولِ اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی بھی بڑے ادب واحترام سے لیا لیکن قسطنطنیہ میں اس کو جو عیش و آرام میسّر تھا اس کو چھوڑنے پر اس کی طبیعت آمادہ نہ ہوئی اور وہ دوبارہ نعمتِ اسلام کے حصول سے محروم رہا۔ اشعار پڑھ کر وہ کچھ دیر خاموش رہا اور پھر جثامہ سے پوچھا ''کیا حسان بن ثابتؓ زندہ ہیں؟''

جثامہ نے کہا ''ہاں وہ زندہ ہیں لیکن بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے ہیں۔''

جبلہ نے اسی وقت پانچ صد دینار اور پانچ قیمتی خلعت منگوا کر ان کے حوالے کیے اور

کہا کہ حسان کو میرا اسلام کہنا اور یہ دینار اور خلعت میری طرف سے انھیں پیش کرنا۔

جثامہ نے مدینہ منوّرہ پہنچ کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو یہ واقعہ سنایا تو انھوں نے حضرت حسانؓ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے اور سلام کے بعد فوراً کہا: ''امیر المؤمنین مجھے یہاں آلِ جفنہ کی روحوں کی خوش بو آرہی ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اسی ذریعہ سے آپ کی مدد کردی۔'' پھر انھیں جبلہ کے بھیجے ہوئے دینار اور خلعت دیئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جبلہ نے حضرت حسانؓ کے لیے ایک قیمتی خلعت اور چند اعلیٰ درجہ کے اونٹ بھیجے تھے اور جثامہ سے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر حسانؓ کو زندہ پانا تو یہ خلعت اور اونٹ ان کو میری طرف سے ہدیۃً دے دینا اور اگر وفات پا گئے ہوں تو خلعت ان کے گھر میں دے دینا اور ان اونٹوں کو ان کی قبر پر لے جا کر ذبح کر دینا ـــــ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں ۵۴ ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ایک سوبیس برس کے لگ بھگ تھی۔ انھوں نے اپنے پیچھے ایک فرزند (عبدالرحمٰنؓ) چھوڑا۔ حضرت حسانؓ نے چند حدیثیں رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کی ہیں۔ ان کے راویانِ حدیث میں حضرت براء بن عازبؓ، حضرت سعید بن مسیّبؒ، حضرت عروہ بن زبیرؒ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ اور حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؒ کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

(۶)

حضرت حسان بن ثابتؓ کا شمار اپنے دَور کے عظیم ترین عرب شعراء میں ہوتا ہے، ان کے بعض ہم عصروں نے تو انھیں عرب کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا ہے لیکن جس چیز نے ان کے سر پر بقائے دوام کا تاج رکھا اور ان کے مرتبہ کو عظمتِ ثریّا سے ہم کنار کر دیا وہ ان کا اُس ذاتِ گرامیؐ کا شاعر ہونا تھا جو اللہ تعالیٰ کے بعد کائناتِ ارضی و سماوی کی بزرگ ترین ہستی ہے۔ فی الحقیقت ان کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ وہ شاعرِ رسول اللہ ﷺ تھے۔

حضورؐ کی عظمت کا نقش حضرت حسانؓ کے دل پر بچپن ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ خود ان کا بیان ہے کہ:

''میں سات آٹھ برس کا لڑکا تھا کہ ایک دن علی الصباح ایک یہودی نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو پکار کر جمع کیا اور جب سب آ گئے تو کہا، وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طالع میں آج ہی شب کو محمد (ﷺ) کی ولادت ہوگی۔ اس کے بعد جب آپؐ مبعوث ہوئے اور مدینے میں تشریف لائے تو وہ یہودی اگرچہ اس وقت زندہ موجود تھا مگر کم بخت ایمان نہ لایا۔''

حضرت حسانؓ اسی دن سے نبی آخر الزماں ﷺ کی زیارت کے مشتاق تھے۔ حضورؐ نے مدینہ منوّرہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو انھوں نے والہانہ ذوق وشوق سے آپؐ کی زیارت اور بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر تمام شاعرانہ صلاحیتوں کو اپنے آقاؐ کی مدح اور مدافعت کے لیے وقف کر دیا۔ انھوں نے اس جوشِ اخلاص سے حضورؐ کی مدح کا حق ادا کیا کہ کسی دوسرے کے لیے ان کی پروازِ خیال کی بلندی تک پہنچنا محال ہو گیا۔ ذرا یہ دو شعر ملاحظہ کیجیے:

وَ اَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَیۡنِیۡ
وَ اَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءَ
خُلِقۡتَ مُبَرَّاً مِّنۡ کُلِّ عَیۡبٍ
کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَآءَ

(یا رسول اللہ) آپؐ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے ہرگز نہیں دیکھا اور نہ آپ سے زیادہ خوب رو کسی عورت نے کوئی بچہ جنا۔
آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے گویا آپ جیسا پسند فرماتے تھے ویسے ہی پیدا ہوئے۔ (یعنی معلوم ہوتا ہے کہ خالق نے آپؐ کو آپؐ کی مرضی اور منشا کے عین مطابق پیدا کیا ہے)

حضورؐ پرنور کی مدح میں حضرت حسانؓ کے قصائد یا نعتوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں تصنّع اور آورد مطلق نہیں ہے بلکہ ہر شعر ان کے وارداتِ قلبی کا عکاس ہے۔

انھوں نے حضورؐ کی شان میں سینکڑوں اشعار کہے لیکن کسی ایک شعر میں بھی کوئی خلافِ حقیقت بات نہ کہی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعۡدَ یَاسٍ وَ فَتۡرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَالۡاَوۡثَانِ فِی الۡاَرۡضِ نُعۡبَدُ

وہ اللہ کے ایک نبی ہیں جو مایوسی اور انبیاء کے گزرنے کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جب دنیا میں بتوں کی پرستش ہونے لگی تھی۔

فَـامسـیٰ سِـرَاجًا مُسْتَنِيْرًا وَ هَادِيًا يَـلُـوْحُ كَـمَا لَاحَ الصَّقِيْلُ الْمُهَنَّدُ

وہ ہمارے لیے روشن چراغ بن گئے اور ہادی، وہ اس طرح درخشاں و تاباں نمودار ہوئے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکتی ہے۔

وَ اَنْـذَرْنَـا نَـارًا وَّ بَشَّـرَ جَنَّةً وَ عَـلَّـمَـنَا الْاِسْلَامَ اللّٰهَ نَحْمَدُ

انھوں نے ہم کو آتشِ جہنم سے ڈرایا اور جنت کی خوش خبری سنائی۔ انھوں نے ہم کو اسلام کی تعلیم دی جس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ہجرتِ نبوی کے سلسلہ میں وہ اہلِ مکہ کی حرماں نصیبی اور اہلِ مدینہ کی خوش بختی پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

لَقَـدْ خَـابَ قَـوْمٌ مَالَ عَنهُمْ نَبِيُّهُمْ وَ قُـدِّسَ مَـنْ يَسْرِیْ اِلَيْهِ وَ يَغْتَدِی

بے شک وہ قوم نامراد ہوئی جن کے پاس سے ان کا نبی چلا گیا اور ان لوگوں نے عزت پائی جن کے پاس وہ تشریف لائے اور انھوں نے صبح کی (یا صبح و شام سفر طے کر کے پہنچے)۔

تَـرَحَّـلَ عَـنْ قَوْمٍ، فَزَالَتْ عُقُوْلُهُمْ وَ حَـلَّ عَـلٰـی قَـوْمٍ بِـنُـوْرٍ مُـجَدَّدٖ

جس قوم سے اس کا پیغمبرؐ چلا گیا اس کی عقل بھی جاتی رہی اور جن لوگوں میں تشریف لا کر پیغمبرؐ نے قیام فرمایا ان کو اپنے نور سے روشن کر دیا۔

هَـدَاهُمْ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ وَ اَرْشَدَهُمْ مَن يتبَعُ الحَقَّ يَرْشُدٖ

ان (اہلِ مدینہ) کے رب نے ان کو گم راہی کے بعد ہدایت نصیب فرما دی اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا۔ جو حق کی پیروی کرتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے۔

ان چند اشعار سے حضرت حسّان بن ثابتؓ کے عشقِ رسولؐ کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اشعار ان کے دیوان میں جگہ جگہ موتیوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں جن کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔

(۷)

حضرت حسانؓ نے رحمتِ عالم ﷺ کی مدح کے ساتھ ساتھ کفّار کی ہجو میں بھی دفتر کے دفتر کہہ ڈالے۔ انھوں نے اس جوش خروش سے حضورؐ اور آپؐ کے نام لیواؤں کی مدافعت کی

اور شعراءِ مشرکین کی ہجووں کا جواب ایسے مؤثّر اور پُر زور الفاظ میں دیا کہ وہ سر پیٹ کر رہ گئے۔ حضرت حسّانؓ کی ہجووں میں اتنی تیزی، گرمی، کاٹ اور فصاحت و بلاغت ہوتی تھی کہ کفّار اس سے پناہ مانگتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضوؐر کے دوسرے دو جاں نثاروں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن مالک انصاریؓ نے بھی شعراءِ مشرکین کی ہجووں کا جواب نہایت مؤثّر پیرائے میں دیا لیکن اس باب میں حضرت حسّانؓ کی مساعیِ جمیلہ سب پر فوقیت لے گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب شعراءِ قریش کی ہجووں کا جواب دینے کا ارادہ کیا گیا تو حضور ﷺ نے حضرت کعب بن مالکؓ کو کہلا بھیجا کہ قریش کی ہجو کا جواب دو۔ انھوں نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن حضوؐر کو ان کی جوابی ہجو پسند نہ آئی۔ پھر آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو یہ کام کرنے کے لیے فرمایا، انھوں نے بھی ہجو کا جواب دیا مگر حضوؐر کو پسند نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت حسّانؓ کو پیغام بھیجا کہ تم یہ کام کرو۔ لوگ ان کے پاس گئے اور حضوؐر کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے بے ساختہ کہا:

''اب وقت آیا ہے کہ وہ شیر بلایا جائے جو اپنی دُم ہلا رہا ہے۔''

پھر انھوں نے بڑے پُرعزم لہجے میں کہا، ''میں ان کو اپنی زبان سے ٹھیک کر دوں گا (یا ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا)'' —— اور واقعی انھوں نے جو کہا تھا اسے کر دکھایا۔

(مسند احمد جلد ۴ حاشیہ صفحہ ۱۶۷)

حضوؐر نے حضرت حسّانؓ کو شعراءِ مشرکین کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے صحابہؓ کی مدافعت پر مامور فرمایا تو انہیں ہدایت فرمائی کہ جواب دینے سے پہلے ابوبکرؓ سے مشورہ کر لیا کرو کیوں کہ وہ انسابِ عرب سے خوب واقف ہیں۔ چناں چہ حضرت حسّانؓ اکثر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں جاتے تھے اور ان سے انساب کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کو بتلاتے تھے کہ ہجو میں فلاں فلاں عورتوں کو چھوڑ دینا وہ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں ہیں —— حضرت حسّانؓ اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ وہ اپنے اشعار میں مشرکینِ قریش پر اس طرح چوٹ کرتے تھے کہ سرورِ عالم ﷺ اور قریش سے نسبی تعلق رکھنے والے صحابۂ کرامؓ پر مطلق کوئی حرف نہ آتا تھا۔

ابولہب حضوؐر کا چچا تھا لیکن اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ حضرت حسّانؓ اس کی ہجو اس طرح کرتے ہیں:

اَبَـا لهـبٍ ابـلـغ بِـاَنَّ مُـحَـمَّـدًا
سَيَعْلُو بمَا ادى و ان كنت راغما

ابولہب کو پہنچادو کہ محمد ﷺ فریضۂ نبوّت ادا کرنے کی وجہ سے ضرور بلند مراتب حاصل کریں گے اگر چہ یہ بات تیری خواہش کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

و ان كـنــت قـد كـذبتـهٔ و خَذَّلتهٔ
وَحيدًا و طاوعت الهجين الضراغما

اگر چہ تونے آپؐ کو جھٹلا دیا اور (خاندان میں) تنہا تونے آپؐ کو رسوا کرنے کی کوشش کی اور بزدل کمینوں کی تونے پیروی کی۔

سَـمَـتْ هَـاشِـمٌ لا كـرَمـات و العُلٰى
وَ غـوُدِرْتَ فى كاب من اللّوم جانبا

بنی ہاشم عزت اور بلند مراتب پر فائز ہوئے لیکن تو ملامت کے رنج وغم میں آلودہ کرکے چھوڑ دیا گیا۔

حضورؐ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث قبول اسلام سے پہلے اسلام کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے حضورؐ کی ہجو کہنے سے بھی گریز نہ کیا۔ حضرت حسانؓ نے ان کی اس طرح خبر لی:

لـعـمـركُ اِنّ اِلّكَ مِـن قـريـش
كَـالِّ السَـقـبِ مـن رال النعـام

تیری جان کی قسم تیرا رشتہ قریش سے ایسا ہی ہے جیسا کہ اونٹ کے بچے کا رشتہ شتر مرغ کے بچے سے ہو۔

فـلا تـفـخـر بـقـوم لسـت منهم
ولا تـك كـالـلـئـام بنى هشـام

تو ایسی قوم پر فخر مت کر جن میں سے تو نہیں ہے تو تو خبیث بنی ہشام جیسا بھی نہیں۔

رؤساءِ قریش میں ابوجہل اسلام کی مخالفت میں سب سے پیش پیش تھا۔ معرکۂ بدر میں وہی کفّار کو مکہ سے کھینچ لایا تھا۔ حضرت حسّانؓ نے اس کی مذمت اس طرح کی:

فقد لعن الرحمٰن جمعًا یقودھم
دعِیٌّ بنی شجع لحرب محمدٍ

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے گروہ پر لعنت کی جس کو شجاعت کا ایک جھوٹا دعویدار، محمد ﷺ سے لڑنے کے لیے لایا ہے۔

مشومٌ لعینٌ کان قدمًا مبغضا
یبین فیہ اللوم من کان یھتدٖ

وہ خبیث اور لعین ہے، ہمیشہ سے اس کو برا سمجھا جاتا ہے جو شخص راہِ حق کی ہدایت پاتا ہے وہ اس کو ملامت کرتا ہے۔

فدَلّاھم فی الغی حتّٰی تھافتوا
و کان مُضلاً اَمرُہٗ غَیر مرشدٖ

وہ لوگوں کو گم راہی کی طرف راغب کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ حالاں کہ اس کا حکم گم راہ کرنے والا ہے ہدایت کرنے والا نہیں۔

فانزل ربی للنبی جنودہ
و ایّدہ بالنصر فی کل مشھد

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی مدد کے لیے اپنا لشکر بھیجا اور ہر لڑائی میں اللہ نے آپؐ کی نصرت و فتح سے تائید کی۔

عبداللہ بن زبعریٰ قبولِ اسلام سے پہلے قریش کے سربرآوردہ شاعر تھے۔ غزوۂ اُحد میں ایک اتفاقی حادثہ کی بنا پر مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ ابن زبعریٰ نے اس کو مشرکین کی فتح قرار دیا اور چند فخریہ اشعار کہے جس میں حضرت حسانؓ کو مخاطب کر کے اہلِ حق کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ حضرت حسّانؓ نے اس کا نہایت مسکت جواب دیا، غزوۂ اُحد کی حقیقی نوعیت واضح کی اور ساتھ ہی غزوۂ بدر میں کفّار کی شرم ناک شکست یاد دلا کر ابنِ زبعریٰ کو غیرت دلائی۔ ذرا ان کے جواب کے تیور دیکھیے:

ذھبت بابن الزبعریٰ وقعۃٌ
کان من الفضل فیھا لو عدل

ابن الزبعریٰ کو اس لڑائی (اُحد) کا حال خوب معلوم ہے اگر وہ انصاف سے کام لے تو فضیلت ہمارے ہی لیے ہے۔

لقد نِلتُم و نلنا منکم
و لذاک الحرب احیانا دول

بے شک تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے خوب انتقام لیا۔ کبھی کبھی لڑائی اسی طرح پلٹے کھایا کرتی ہے۔

اذ شددنا شدةً صارقةً
فاجأناکُمُ الٰی سفح الجبل

جب ہم نے (جنگِ بدر) میں سخت حملہ کیا تو ہم نے تم کو پہاڑی کے نشیب میں دھکیل دیا۔

فسدحنا فی مقامٍ واحدٍ
منکم سبعین غیر النتحل

ہم نے تم میں سے ستر آدمیوں کو ایک ہی جگہ پچھاڑ دیا، جس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔

واسرنا منکم اعدادھم
فانصرفتُم مثل اَفلاتِ الحجل

ہم نے تم میں سے بہتوں کو اسیر کر لیا اور تم شکست کھا کر مرغابیوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

فقلنا کلَّ راسٍ منکم و قتلنا کل حجحاج رفل

ہم نے تم میں سے ہر سردار کو قتل کیا اور ہر ذی رتبہ بہادر کو مارا۔

نحن لا، انتم بنی استاھھا
نحن فی الباس اذا لباس نزل

ہم نہیں، تم دُم دبا کر بھاگنے والے ہو۔ جب معرکۂ کارزار برپا ہوتا ہے ہم میدانِ کارزار میں ہوتے ہیں۔

ابی بن خلف سخت بد باطن مشرک تھا۔ ایک مرتبہ (ہجرتِ نبوی سے پہلے) وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا، ''تم کہتے ہو کہ اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا، بتاؤ

اس ہڈی کو کون زندہ کرسکتا ہے؟'' حضرت حسّانؓ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابی بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوجہل کی مذمّت اس طرح کرتے ہیں:

لقد ورث الضلالة عن ابیہ
اُبیٌّ یَومَ فارقہ الرَّسُولُ

بے شک ابی اپنے باپ کی گم راہی کا وارث ہوا ہے جب کہ اس نے رسول اللہؐ سے جدائی اختیار کی۔

اجئت محمداً عظماً رمیماً
لِتکذبہ وکانت بہ جھولُ

کیا تو محمد ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا ہے تاکہ تو انھیں جھٹلا سکے حالاں کہ تو خود اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔

وَ نَبَّ ابنا ربیعة اذ اطاعَا
اَبَا جَھلٍ لِاُمّھا الھبولُ

ربیعہ کے دونوں بیٹے تباہ ہوگئے جب انھوں نے ابوجہل کی پیروی کی۔ ان کی مائیں ان پر رونے والیاں ہیں۔

ایک مرتبہ عرب کے ایک قبیلے کا سردار حارث بن عوف بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ کسی صاحب کو میرے ہمراہ کردیں تاکہ وہ میرے قبیلے کو دین کی تعلیم دے، میں اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ حضوؐر نے ایک انصاری صحابی کو اس کے ہمراہ کردیا۔ ان کو ساتھ لے کر حارث اپنی قوم میں گیا مگر اس کی قوم نے غداری کی اور انصاری صاحبِ رسول کو شہید کرڈالا۔ چند دن بعد حارث بن عوف اپنے قبیلے کی غداری پر اظہارِ ندامت کے لیے حضوؐر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضوؐر کو یہ المناک واقعہ سُن کر بہت دُکھ ہوا لیکن حارث کی لجاجت آمیز معذرت کو دیکھتے ہوئے آپؐ ازراہِ مروّت خاموش رہے۔ اس موقعہ پر حضرت حسّانؓ نے حارث اور اس کے قبیلے کی بدعہدی پر برجستہ دوشعر کہے۔ انھیں سن کر حارث اس قدر پریشان اور خائف ہوا کہ حضوؐر کی خدمت میں گڑگڑا کر عرض کی:

''اے محمد (ﷺ) میں اس شخص (حسّانؓ) کی ہجو سے بچنے کے لیے آپؐ سے پناہ

چاہتا ہوں۔ یہ وہ شخص ہے کہ اپنی زبان کی تلخی اگر سمندر میں ملا دے تو خدا کی قسم سمندر کا سارا پانی کڑوا ہوجائے۔''

مختصر یہ کہ حضرت حسّانؓ نے اپنے زورِ کلام سے دشمنانِ حق کا ناطقہ بند کردیا اور اہلِ حق کو اس قدر مسرور کیا کہ خود لسانِ رسالتؐ سے جنت کی بشارت پائی۔



مرثیہ گوئی، عربی شاعری کی ایک نمایاں صنف ہے اگرچہ اس صنف میں حضرت خنساؓء تمام شعرائے عرب پر فوقیت رکھتی ہیں لیکن حضرت حسّانؓ بھی اس صنف میں بند نہیں تھے۔ انھوں نے جو مرثیے کہے ان میں ان کے کلام کی تمام خصوصیات موجود ہیں بالخصوص ان کے وہ مرثیے جو انھوں نے سرورِ عالم علیہ کے وصال پر کہے، اپنی نظیر آپ ہیں۔ یہ مرثیے حضرت حسّانؓ کے عشقِ رسولؐ پر دال ہیں — یہ بیک وقت نعت یا مدحِ رسولؐ بھی ہیں اور مرثیے بھی جو حضرت حسانؓ کے دُکھ اور حضورؐ سے بے پناہ عقیدت و محبت کے آئینہ دار ہیں۔

وہ اپنے آقا و مولاؐ کے وصال پر کس طرح خون کے آنسو روتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

بابی و امی من شهدت وفاتهٗ

فی یوم الاثنین النبی المهتدی

میرے ماں باپ اس ذاتِ گرامیؐ پر قربان ہوجائیں جن کے سانحۂ ارتحال کے وقت میں خود موجود تھا جو دوشنبہ کو پیش آیا۔

فظللتُ بعد وفاته متبلّدًا

متلدّدًا یا لیتنی لم اُولَدِ

میں آپ کی وفات کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھا، میں پریشان تھا کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

أ اُقیم بعدک بالمدینة بَیْنَهُمْ

یا لیتنی صبحت سم الاسود

کیا آپؐ کے بعد میں مدینہ میں لوگوں کے درمیان ٹھہر سکوں گا، کاش مارِ سیاہ مجھے ڈس لیتا اور میں مر جاتا۔

والله اسمع ما بقيت بها لک

الا بکیت علی النبی مُحَمَّد

خدا کی قسم جب میں کسی مرنے والے کی خبر سنوں گا تو نبی اکرم محمد ﷺ کی وفات پر روؤں گا جب تک بھی زندہ رہوں۔

صلّی الإلٰهَ وَ من يَحُفُّ بِعَرْشه

والطيّبُون على المبارکِ احمدٌ

اللہ اور وہ پاک فرشتے جو اس کے عرش کو گھیرے ہوئے ہیں۔ احمدِ مجتبیٰ پر رحمت نازل کریں۔

کنت السواد لناظری نعمی علیک الناظر

من شَاءَ بعدک فلیمت فعلیک کنت جاذر

آپ میری آنکھوں کی پتلی تھے آپ کے بعد دنیا میرے لیے اندھیر ہوگئی۔ اب کوئی مرے یا جئے میں تو صرف اسی برے دن سے ڈرتا تھا۔

و هل عدلت یوماً رز به هالک

رزية يومٍ مات فيه محمدٌ

کیا کسی ہلاک ہونے والے کی مصیبت اس دن کی مصیبت کا مقابلہ کر سکتی ہے جس دن محمد ﷺ نے رحلت فرمائی۔

يَدُلُّ على الرّحمٰن من يقتدی به

و ینقذ من هول الخزایا و یُرْشِد

آپؐ اللہ کی طرف اس شخص کی رہ نمائی فرماتے تھے جو آپؐ کی پیروی کرتا تھا اور رسوائیوں سے بچاتے تھے اور راہِ حق کی طرف ہدایت فرماتے تھے۔

فبکّی رسول الله یا عین عبرةً

وَلا اعرَفَنَّکَ الدهر دَمعُکَ يجمدُ

اے آنکھ رسول اللہ (ﷺ) پر آنسو بہا۔ میں نہیں سمجھتا کہ زمانہ میں کبھی تیرے آنسو خشک ہوں گے۔

و مالک لا تبکین ذا النعمة التی

علی الناس سنها سائغ یتغمدُ

تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ان نعمتوں کو یاد کر کے نہیں روتی جو لوگوں کو فیضیاب کیے ہوئے تھیں اور بے شمار تھیں۔

فجودی علیه بالدموع واعولی

لفقد الذی لامثله الدهر یوجدٌ

اے آنکھ رسول اللہؐ پر آنسو بہا اور آہ وزاری کر۔ ایک ایسی ذات کے جانے پر جواب زمانہ میں کبھی نہ پائی جائے گی۔

وما فقد الماضون مثل محمدٌ

ولامثله حتی القیامة یفقدُ

گزرے ہوئے لوگوں نے محمد ﷺ جیسی ہستی کبھی گم نہیں کی اور نہ ان جیسی ذاتِ گرامیؐ اب قیامت تک گم کی جائے گی۔

کان الضیاء و کان النور نتبعهٗ　　بعد الاله و کان السمع والبصرا

فلیتنا یوم داروهٗ بملحده　　و غیّبوهٗ والقوا فوقه المدرا

لم یتول اللّٰهُ منا بعدهٗ احدا　　ولم یُعشِ بَعدَه انثیٰ ولا ذکرا

آپؐ سراپا نور اور ہدایت تھے جن کی اللہ کے بعد ہم پیروی کرتے تھے۔ ہمارے کان اور ہماری آنکھیں آپؐ کے اتباع کے لیے وقف تھیں۔

کاش اس روز جب لوگوں نے آپؐ کو قبر میں چھپا دیا، آپؐ کو گم کر دیا اور آپؐ کی قبر پر مٹی ڈالی، اللہ ہم میں سے کسی کو باقی نہ رکھتا اور ہم میں سے کسی مرد اور عورت کو زندہ نہ چھوڑتا۔

مرثیوں کے ان چند اشعار سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت حسّانؓ کو سرورِ عالم ﷺ سے کس قدر محبت اور عقیدت تھی اور آپؐ کے وصال نے ان کو کس قدر ملول ومحزون اور دل شکستہ کر دیا تھا۔

(۹)

حضرت حسّانؓ کے مجموعۂ کلام میں پند و نصائح اور حکمت و موعظت پر بھی مبنی بہت سے اشعار موجود ہیں یہ اشعار نہایت پُر اثر اور دانش و حکمت کا خزینہ ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

و الزم مجالسة الكرام و فعلهم

و اذ لا تبعت فابصرن من تَتّبع

شریف لوگوں کے ساتھ بیٹھو اٹھو اور ان کے افعال و اعمال کی نقل کرو اور جب کسی کی پیروی کرو تو غور کرو کہ کس کا اتّباع کر رہے ہو۔

اعرض عن العوراء حيث سمعتها

واصفح كانك غافل لا تسمع

بری باتوں کے سننے سے پرہیز کیا کرو جیسے تم نے ان کو سنا ہی نہیں

ندع السوال عن الامور و بحثها

و لرب حافر حفرة هو يصرع

ہم کسی بات کی کھود کرید میں نہیں پڑتے کیوں کہ گڑھا کھودنے والا بسا اوقات اسی میں پچھاڑا جاتا ہے۔

اخلاء الرخاء هم كثيرٌ

و لكن فى البلاء هم قليل

خوش حالی کے زمانے کے بہت دوست ہوتے ہیں لیکن تنگ دستی اور مصیبت میں بہت کم رہ جاتے ہیں۔

لا تتبعنَّ غوايةً لصبابةٍ

ان الغَواية كل شر تجمع

عشق و محبت کی گم راہی میں مت پڑو بے شک اس قسم کی گم راہی تمام برائیوں کو جمع کر دیتی ہے۔

وَ کُلُّ اَخٍ یَقُولُ اَنَا وَفِیٌّ   وَ لکن لَیْسَ یَفْعَلُ مَا یَقُولُ
سِوَیٰ خِلٌّ لَهُ حسب و دِینٌ   فَذَاکَ لِمَا یَقُوْلُ هو الفعول

ہر دوست یہی کہتا ہے کہ میں باوفا ہوں لیکن جو کچھ وہ کہتا ہے وقت آنے پر اس پر عمل نہیں کرتا سوائے اس دوست کے جو شریف النسل اور دین دار ہو وہ جو کچھ کہے گا وہی کرے گا۔

اسی طرح کے بیسیوں جواہر پارے حضرت حسّانؓ کے دیوان میں موجود ہیں۔ یہ دیوان ہندستان، تیونس، انگلستان اور بعض دوسرے ملکوں میں طبع ہو چکا ہے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ نے اپنے اشعار کی صورت میں ملتِ اسلامیہ کے لیے جو عظیم سرمایہ چھوڑا ہے وہ بلاشبہ ابد تک ہر مسلمان کے دل میں عشقِ رسولؐ کی شمع فروزاں کرتا رہے گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ
